020
سلسلہ بیانات

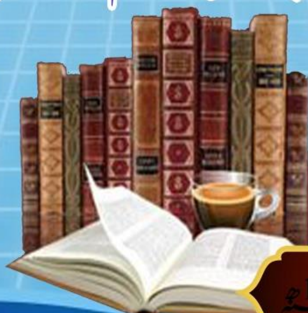
بیان جمعۃ المبارک

علماء، خطباء اور واعظین کے لیے

موضوع
صحابہ اور اہلِ بیت کی باہم محبت و الفت

از قلم
مفتی محمد شکیل
فاضل: جامعہ مخزن العلوم عیدگاہ خانپور





بتاریخ
5 اگست بمطابق 6 محرم الحرام 1444ھ


03067656903
زیرِ اہتمام
ندائے قرآن سینٹر اسلام آباد

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِی ھَدَانَا لِھٰذَا وَمَا کُنَّا لِنَھْتَدِیَ لَوْلَا أَنْ ھَدَانَا اللّٰہُ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْن۔اَمَّا بَعْد:فَاَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم ۔بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذْهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجْسَ أَهْلَ ٱلْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا ۔ الأحزاب [33]

صَدَقَ اللّٰہُ الْعَظِیْمُ وَ بَلَّغَنَا رَسُوْ لُہ النَّبِیُّ الْکَرِیْمُ الْاَمِیْنُ وَنَحْنُ عَلٰی ذَالِکَ مِنَ الشَّاھِدِیْنِ وَالشَّاکِرِیْنَ وَالْحَمْدُ للّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْن

حضرات! آج 6 محرم الحرام ہے،یکم کو امیر المؤمنین خلیفہ دوم حضرت عمر فاروق کی شہادت ہے اور 10 محرم الحرام کو جگر گوشہ رسول، حضرت حسین کی شہادت ہے۔امیر المؤمنین مرادرسول ہیں،جب کہ حضرت حسین جگر گوشہ رسول ہیں،اس اہم مناسبت سے ہم چاہتے ہیں کہ صحابہ اور اہلِ بیت کی باہم محبتوں اور الفتوں کو امت کے سامنے لایا جائے۔

اس موضوع کے انتخاب کی وجہ یہ ہے کہ عام طور پر حضرت حسین رضی اللہ عنہ کا بچپن اور ان کی شہادت کے بیان پر ہی اکتفا کیا جاتا ہے اور ان کی درمیانی زندگی،ان کے ساتھ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے محبت بھرے تعلقات کو فراموش کر دیا جاتا ہے۔

آج کی گفتگو میں ہم دلائل کے ساتھ واضح کریں گے کہ صحابہ اور اہلِ بیت کے درمیان کتنی محبتیں اور الفتیں تھیں اور کیسے مثالی تعلقات تھے۔

اہلِ بیت کا مصداق کون؟

سب سے پہلے ہم اہلِ بیت کا مصداق اور اس کی مراد سمجھ لیتے ہیں:

اہل بیت سے مراد نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات رضی اللہ عنہن ہیں۔ چنانچہ قرآن کریم میں ہے:

إِنَّمَا يُرِيدُ ٱللَّهُ لِيُذۡهِبَ عَنكُمُ ٱلرِّجۡسَ أَهۡلَ ٱلۡبَيۡتِ وَيُطَهِّرَكُمۡ تَطۡهِيرٗا ۔ الأحزاب [33]

نیز رسول اللہ ﷺ کی اولاد بھی اہلِ بیت میں شامل ہے۔ جیسا صحیح مسلم میں ہے:

خَرَجَ النَّبِيُّ ﷺ غَدَاةً وَعَلَيْهِ مِرْطٌ مُرَحَّلٌ، مِنْ شَعْرٍ أَسْوَدَ، فَجَاءَ الْحَسَنُ بْنُ عَلِيٍّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ جَاءَ الْحُسَيْنُ فَدَخَلَ مَعَهُ، ثُمَّ جَاءَتْ فَاطِمَةُ فَأَدْخَلَهَا، ثُمَّ جَاءَ عَلِيٌّ فَأَدْخَلَهُ، ثُمَّ قَالَ:

"{إِنَّمَا يُرِيدُ اللهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ أَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيرًا} [الأحزاب: 33]

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی کریم ﷺ صبح کے وقت ایک اونی منقش چادر اوڑھے ہوئے باہر تشریف لائے تو آپ ﷺ کے پاس حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں اُس چادر میں داخل کر لیا پھر حضرت حسین رضی اللہ عنہ آئے اور وہ بھی ان کے ہمراہ اس چادر میں داخل ہو گئے، پھر حضرت سیدہ فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں، آپ ﷺ نے انہیں بھی اس چادر میں داخل کر لیا، پھر حضرت علی کرم اللہ وجہہ آئے تو آپ ﷺ نے اُنہیں بھی اس چادر میں لے لیا پھر آپ ﷺ نے یہ آیت مبارکہ پڑھی: بس اللہ یہی چاہتا ہے کہ اے (رسول ﷺ کے) اہل بیت تم سے ہر قسم کے گناہ کا میل (اور شک و نقص کی گرد تک) دور کر دے اور تمہیں (کامل) طہارت سے نواز کر بالکل پاک صاف کر دے۔“

آیتِ کریمہ کے سیاق و سباق میں ازواج مطہرات کا ذکر ہے، اس لیے اس آیت سے وہ بھی اہلِ بیت میں داخل ہیں اور حدیث مبارک میں آپ ﷺ نے اپنی اولاد کو اہلِ بیت فرمایا ہے، اس لیے وہ بھی اسی میں داخل ہیں۔

اس وقت اہلِ بیت سے ہماری مراد نبی کریم ﷺ کی اولاد ہے اور ہم نے اسی حصہ کو بیان کرنا ہے۔

برادرانِ اسلام! دورِ صحابہ سے لے کر آج تک اُمّتِ مسلمہ اہلِ بیت سے محبت رکھتی ہے، چھوٹے اور بڑے، مرد اور عورتیں سبھی اہلِ بیت سے محبت کا دم بھرتے ہیں۔ حضرت علّامہ

عبد الرءوف مُناوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: کوئی بھی امام یا مجتہد ایسا نہیں گزرا جس نے اہلِ بیت کی محبت سے بڑا حصّہ اور نُمایاں فخر نہ پایا ہو۔[1] حضرت علّامہ یوسف بن اسماعیل نبہانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جب اُمّت کے ان پیشواؤں کا یہ طریقہ ہے تو کسی بھی مؤمن کو لائق نہیں کہ ان سے پیچھے رہے۔[2] اس لیے کہ اہلِ بیت سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔

❁ صدیقہ کائنات اور خواتینِ جنت کی سردار کی باہم محبتیں

اہل بیت میں بنیادی حیثیت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لختِ جگر اور خواتین جنت کی سردار حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا کو حاصل تھی؛ کیوں کہ ان ہی کے واسطے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسلِ مبارک چلی اور پوری دنیا میں پھیلی اور قیامت تک پھیلتی جائے گی، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کی تعریف اور منقبت میں زیادہ تر روایتیں ام المؤمنین، صدیقہ کائنات حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے مروی ہیں، ان روایتوں کو پڑھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ ماں بیٹی میں کتنی محبت تھی۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ میں نے حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے افضل کسی کو نہیں دیکھا، سوائے ان کے والد ماجد یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے:

مَا رَأَيْتُ أَفْضَلَ مِنْ فَاطِمَةَ غَيْرَ أَبِيهَا ۔[3]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی فرماتی ہیں کہ گفتگو اور بات چیت میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مشابہت حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا سے بڑھ کر کسی اور میں نہیں پائی جاتی تھی۔

عَنْ عَائِشَةَ أُمِّ الْمُؤْمِنِينَ رضی اللہ عنہا أَنَّهَا قَالَتْ: مَا رَأَيْتُ أَحَدًا كَانَ أَشْبَهَ كَلَامًا وَحَدِيثًا بِرَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِنْ فَاطِمَةَ۔[4]

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا ہی سے ایک اور روایت منقول ہے کہ حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا آئیں تو وہ

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

1 فیض القدیر، ج1،ص256

2 الشرف المؤبد لآل محمد، لیوسف بن إسماعیل النبهانی، ص:94

3 المعجم الأوسط، برقم:2721

4 المستدرك على الصحيحين، رقم الحديث: 4753، ذِكْرُ مَنَاقِبِ فَاطِمَةَ بِنْتِ رَسُولِ اللهِ ﷺ

ٹھیک رسول اللہ ﷺ کی طرح چل رہی تھیں:

عَنْ عَائِشَةَ قَالَتْ: أَقْبَلَتْ فَاطِمَةُ تَمْشِي كَأَنَّ مَشْيَهَا مِشْيَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ-[1]

صدیقِ اکبر اور شیر خدا کی باہم محبتیں

سیدنا حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے تعلقات بڑی ہی محبت و مودت اور احترام واکرام پر مبنی تھے، آپ ﷺ کے مرضِ وفات ہی سے حضور ﷺ کی ہدایت پر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نماز پڑھانے لگے تھے، حضرت علی رضی اللہ عنہ پابندی کے ساتھ آپ رضی اللہ عنہ کی اقتداء میں نماز پڑھتے رہے، مشہور مؤرخ علامہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے بیان کے مطابق حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کے خلیفہ منتخب ہونے کے بعد پہلے ہی دوسرے دن آپ کے ہاتھ پر بیعت کرلی تھی؛ البتہ چھ ماہ کے بعد دوبارہ بیعت کی تجدید فرمائی تھی۔[2]

صدیقِ اکبر کی وفات شیر خدا کا غم

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو جوں ہی حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی وفات کی اطلاع ملی تو آپ عجلت کے ساتھ روتے ہوئے تشریف لائے اور کہا: ”اے ابو بکر! آپ پر اللہ کی رحمت ہو، خدا کی قسم! آپ سب سے پہلے مسلمان ہوئے، آپ کا ایمان سب سے زیادہ کامل درجہ کا تھا، آپ کا یقین پختہ تھا، آپ اللہ سے سب سے زیادہ ڈرنے والے تھے اور رسول اللہ ﷺ سے سب سے زیادہ مشابہ تھے، آپ حضور ﷺ کے نزدیک سب سے زیادہ قابل اعتماد اور قابل احترام تھے، اللہ تعالیٰ آپ کو اسلام کی طرف سے بہترین جزا عطا فرمائے“، یہ کہتے ہوئے حضرت علی ﷺ نے حضرت ابو بکر ﷺ کی توصیف میں طویل گفتگو فرمائی۔[3]

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

1 مسند أبي يعلى، رقم الحديث: 6745

تحقيق الاسناد: قال حكم حسين سليم أسد، إسناده صحيح

2 البدايه والنهاية، ج:5 ص:249

3 المرتضى للشيخ ابى الحسن الندوى، ص:93

صدیقِ اکبر کی اہلِ بیت سے محبت

ایک دفعہ حضرت صدیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے سامنے اہلِ بیت کا ذِکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

وَالَّذِي نَفْسِي بِيَدِهِ، لَقَرَابَةُ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ أَحَبُّ إِلَيَّ أَنْ أَصِلَ مِنْ قَرَابَتِي ۔[1]

اُس ذات کی قسم جس کے قبضہ قُدرت میں میری جان ہے! رسول اللہ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے قرابَت داروں کے ساتھ حُسنِ سُلوک کرنا مجھے اپنے قرابَت داروں سے صِلہ رحمی کرنے سے زیادہ محبوب و پسندیدہ ہے۔

ایک بار حضرت صِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے فرمایا:

اُرْقُبُوا مُحَمَّدًا ﷺ فِي أَهْلِ بَيْتِه۔[2]

رسولِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے احترام کے پیشِ نظر اہلِ بیت کا احترام کرو۔

حضرت حَسَن کو کندھے پر بٹھالیا

حضرت عُقبہ بن حارث رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ بیان کرتے ہیں کہ حضرت صِدّیق اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے ہمیں عَصر کی نماز پڑھائی، پھر آپ اور حضرت علیُّ الْمُرتضیٰ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کھڑے ہو کر چل دیئے، راستے میں حضرت حَسَن کو بچّوں کے ساتھ کھیلتے ہوئے دیکھا تو حضرت صِدّیقِ اکبر رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ نے انہیں اپنے کندھے پر اُٹھالیا اور فرمایا: میرے ماں باپ قربان! حُضورِ اکرم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے ہم شکل ہو، حضرت علی کے نہیں۔ اس وقت حضرت علیُّ الْمُرتضیٰ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم مُسکراتے رہے۔

عَنْ عُقْبَةَ بْنِ الحَارِثِ، قَالَ: صَلَّى أَبُو بَكْرٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ العَصْرَ، ثُمَّ خَرَجَ يَمْشِي، فَرَأَى الحَسَنَ يَلْعَبُ مَعَ الصِّبْيَانِ، فَحَمَلَهُ عَلَى عَاتِقِهِ، وَقَالَ: بِأَبِي، شَبِيهٌ بِالنَّبِيِّ لاَ شَبِيهٌ بِعَلِيٍّ " وَعَلِيٌّ يَضْحَكُ۔[3]

حضرت حسن کا لاڈ اور صدیق اکبر کی محبت

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

1 الصحیح للبخاری، بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، رقم الحدیث: 3711

2 الصحیح للبخاری، بَابُ مَنَاقِبِ قَرَابَةِ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ، رقم الحدیث: 3713

3 الصحیح للبخاری، رقم الحدیث: 3542، بَابُ صِفَةِ النَّبِيِّ ﷺ

حضرت عبد الرحمن اصبہانی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضرت سیدنا حسن بن علی المرتضیٰ ﷺ جب چھوٹے سے تھے تو حضرت سیدنا ابو بکر صدیق ﷺ کے پاس آئے، آپ اس وقت رسول اللہ ﷺ کے منبر پر رونق افروز تھے۔ حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ نے چوں کہ ہمیشہ منبر پر اپنے نانا جان ﷺ ہی کو بیٹھے دیکھا تھا اس لیے ایک نئے شخص کو دیکھ کر اپنی ننھی سوچ کے مطابق کہنے لگے: آپ میرے بابا جان کی جگہ سے نیچے اترو۔

حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے یہ گوارا نہ فرمایا کہ شہزادہ اہل بیت کی دل شکنی ہو، لہذا آپ فوراً نیچے تشریف لے آئے اور فرمایا: اے حسن رضی اللہ عنہ! تو نے سچ کہا یہ آپ کے بابا جان ہی کی جگہ ہے۔ پھر آپ رضی اللہ عنہ نے حضرت سیدنا حسن رضی اللہ عنہ کو فرط محبت سے اٹھا کر اپنی گود میں بٹھالیا۔ اس موقع پر انہیں آپ ﷺ کے ساتھ بیتے ہوئے وہ انمول ایام یاد آگئے، ضبط کا بندھن ٹوٹ گیا اور آپ ﷺ زارو قطار رو پڑے۔

بچے کے ان الفاظ پر حضرت علی رضی اللہ عنہ فرمانے لگے: اللہ کی قسم! اس نے اپنی طرف سے یہ لفظ کہا ہے، میں نے اسے نہیں کہا:

حضرت صدیق اکبر نے جواب میں فرمایا: اے علی! آپ بے فکر رہیے! اللہ کی قسم! میں نے بھی آپ کے بارے میں یہ بات نہیں سوچی۔

عَنْ عبد الرحمن بن الأصبهاني قال: جاء الحسن بن عليٍّ إلى أبي بَكْرٍ وهو على منبر رسول الله -ﷺ- فقال: اِنْزِلْ عَنْ مَجْلِسِ أَبِي، قَالَ: صَدَقْتَ إِنَّهُ مَجْلِسُ أَبِيكَ، وَأَجْلَسَهُ فِي حِجْرِهِ وَبَكَى، فَقَالَ عليٌّ: وَاللهِ مَا هَذَا عَنْ أَمْرِي، فَقَالَ: صَدَقْتَ، واللهِ مَا اتَّهَمْتُكَ-[1]

❃ فاروقِ اعظم اور شیرِ خدا کی باہم محبتیں

یہی محبت وچاہت حضرت عمر اور حضرت علی کے درمیان بھی تھی، ایک بار صدقہ کے

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

[1] الجامع الكبير للسيوطي، برقم: 430، جامع الحديث: 27542، حياة الصحابة، ج:3 ص: 188، الرياض النضرة في مناقب العشرة، ج:1 ص: 188، كنز العمال، برقم: 14082

جانوروں کے حساب کے لیے حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ گئے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سایہ میں بیٹھ گئے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ ایک ایک اونٹ کا رنگ اور اس کے دانت وغیرہ کی تفصیل بولتے جاتے، حضرت علی املاء کراتے اور حضرت عثمان لکھتے جاتے، سخت گرمی کا موسم تھا، حضرت عمر دھوپ میں تھے اور یہ دونوں حضرات سایہ میں تھے، حضرت علی نے حضرت عثمان سے مخاطب ہوتے ہوئے قرآن کی آیت پڑھی: إِنَّ خَيْرَ مَنِ اسْتَأْجَرْتَ الْقَوِيُّ الْأَمِين پھر حضرت عمر کی طرف اشارہ کرکے فرمایا کہ یہ قوی وامین شخص ہیں: ہٰذا القوي الأمین۔[1]

عقیدت کی لازوال مثال

ابو السفر بیان کرتے ہیں کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے جسم پر اکثر ایک چادر دیکھا کرتا تھا، میں نے عرض کیا، کیا وجہ ہے کہ آپ اس چادر کو بہت زیادہ پہنتے ہیں؟ آپ نے فرمایا:

إِنَّهُ كَسَانِيهِ خَلِيلِي وَصَفِيِّي وَصَدِيقِي» وَخَاصِّي عُمَرُ، إِنَّ عُمَرَ نَاصَحَ اللَّهَ فَنَصَحَهُ اللَّهُ ثُمَّ بَكَى -[2]

"اس چار کے زیادہ پہننے کی وجہ یہ ہے کہ یہ چادر مجھے میرے خلیل اور دوست، حضرت عمر نے پہنائی ہے، اُنہوں نے اللہ سے خلوص کا معاملہ کیا تو اللہ نے ان سے خیر خواہی کی، (یہ بات کرتے ہی آپ فرطِ محبت میں) رو پڑے"۔

رفاقتِ نبوت کو بیان کرنا

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے جسد خاکی کو چارپائی پر رکھا گیا۔ تمام لوگ اس کے گرد وپیش میں ہو گئے ان کے لیے دعا کرتے تھے۔ ابھی جنازہ نہیں اٹھایا گیا تھا اور میں بھی ان میں سے تھا۔ میں اس وقت گھبرا گیا جب پیچھے سے ایک شخص نے میرا کندھا پکڑا ۔ کیا دیکھتا ہوں کہ وہ تو حضرت علی رضی اللہ عنہ ہیں وہ کہہ رہے تھے:

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

1 الکامل لابن اثیر، ج:3ص:55

2 مصنف ابن ابی شیبة، مَا ذُكِرَ فِي فَضْلِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ h برقم: 31997، فضائل الصحابة ومناقبهم للدارقطني، ص:36، برقم: 6

"عمر رضی اللہ عنہ! اللہ تعالیٰ آپ پر رحم فرمائے۔ آپ نے اپنے بعد کوئی شخص نہیں چھوڑا کہ میں اس جیسے اعمال پر اللہ سے ملنے کی آرزو کروں۔ اللہ کی قسم، میرا غالب گمان یہی ہے کہ اللہ آپ کو آپ کے ساتھیوں کے ساتھ رکھے گا (قبر میں بھی اور جنت میں بھی) میں جانتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بارہا سنا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے تھے: میں گیا اور ابو بکر و عمر (بھی گئے) میں اندر آیا اور ابو بکر و عمر (بھی آئے)، میں باہر نکلا اور ابو بکر و عمر بھی باہر نکلے"۔ رضی اللہ عنہم۔

عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما، قَالَ: إِنِّي لَوَاقِفٌ فِي قَوْمٍ، فَدَعَوُا اللَّهَ لِعُمَرَ بْنِ الخَطَّابِ، وَقَدْ وُضِعَ عَلَى سَرِيرِهِ، إِذَا رَجُلٌ مِنْ خَلْفِي قَدْ وَضَعَ مِرْفَقَهُ عَلَى مَنْكِبِي، يَقُولُ: رَحِمَكَ اللَّهُ، إِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَ صَاحِبَيْكَ، لِأَنِّي كَثِيرًا مَا كُنْتُ أَسْمَعُ رَسُولَ اللَّهِ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُولُ: «كُنْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَفَعَلْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ، وَانْطَلَقْتُ وَأَبُو بَكْرٍ وَعُمَرُ» فَإِنْ كُنْتُ لَأَرْجُو أَنْ يَجْعَلَكَ اللَّهُ مَعَهُمَا، فَالْتَفَتُّ فَإِذَا هُوَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ۔[1]

حضرت عمر کے اعمال نامہ اعمال پر رشک کرنا

اگر آپ نے شیر خدا کی حضرت فاروقِ اعظم کے ساتھ محبت کا اندازہ لگانا ہو تو یہ دیکھیے کہ آپ، حضرت فاروق اعظم کے نامۂ اعمال پر رشک کیا کرتے تھے، چنانچہ حضرت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ حضرت عمر کا جنازہ و قبر اطہر اور منبر کے درمیان رکھا ہوا تھا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ آئے اور صفوں کے سامنے کھڑے ہو گئے، پھر تین بار فرمایا:

رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ، مَا مِنْ خَلْقِ اللهِ تَعَالَى أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَاهُ بِصَحِيفَتِهِ بَعْدَ صَحِيفَةِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْ هَذَا الْمُسَجَّى عَلَيْهِ ثَوْبُهُ

"آپ پر اللہ کی رحمت ہو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مخلوق میں سے میرے نزدیک کوئی بھی اس کفن پوش سے زیادہ محبوب نہیں ہے کہ میں اللہ تعالیٰ سے اس جیسے نامۂ اعمال کے ساتھ ملوں"۔

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

1 الصحیح للبخاری، بَابُ قَوْلِ النَّبِيِّ ﷺ: «لَوْ كُنْتُ مُتَّخِذًا خَلِيلًا»، رقم الحدیث: 3677

عَنِ ابْنِ عُمَرَ، قَالَ: وُضِعَ عُمَرُ بْنُ الْخَطَّابِ بَيْنَ الْمِنْبَرِ وَالْقَبْرِ، فَجَاءَ عَلِيٌّ، حَتَّى قَامَ بَيْنَ يَدَيِ الصُّفُوفِ فَقَالَ: هُوَ هَذَا ثَلَاثَ مَرَّاتٍ - ثُمَّ قَالَ: " رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْكَ، مَا مِنْ خَلْقِ اللهِ تَعَالَى أَحَدٌ أَحَبُّ إِلَيَّ مِنْ أَنْ أَلْقَاهُ بِصَحِيفَتِهِ بَعْدَ صَحِيفَةِ النَّبِيِّ ﷺ، مِنْ هَذَا الْمُسَجَّى عَلَيْهِ ثَوْبُهُ-[1]

حضرت فاروقِ اعظم کی شہادت پر رونا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی شہادت پر حضرت علی رضی اللہ عنہ زار و قطار رو رہے تھے، جب ان کے گریہ وزاری کو دیکھ کر لوگوں نے سوال کیا تو حضرت علی نے وہ بات کہی، جو ان کی دور رس نظر کی دلیل اور گہری بصیرت کی آئینہ دار ہے، آپ نے فرمایا: حضرت عمر کی موت سے ایسا خلا پیدا ہوا ہے جو قیامت تک پُر نہ ہو سکے گا۔[2]

حضرت فاروق اعظم کی اہلِ بیت سے محبت

دوسری طرف خود حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دل میں اہل بیت کی بڑی عظمت و محبت تھی،

باہم مشورہ

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حال یہ تھا کہ کوئی اہم کام حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مشورہ کے بغیر نہیں کرتے اور جب لوگوں کی رائے میں اختلاف ہوتا تو اکثر حضرت علی رضی اللہ عنہ کی رائے کی طرف آپ کا جھکاؤ ہوتا۔

جنگ فارس میں ایک مرحلہ ایسا آیا، جب ایرانیوں نے اپنی پوری طاقت جھونک دی، اس موقع پر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ارادہ کیا کہ مسلمانوں کی فوج کے ساتھ وہ خود آگے بڑھیں اور محاذ جنگ سے قریب قیام کریں، حضرت طلحہ رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی بھی یہی رائے ہوئی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی طرف دیکھا اور ان سے مشورہ طلب کیا، تو حضرت علی

----------------حواشی اور حوالہ جات----------------

1 مسند احمد، رقم الحدیث:766,
تحقیق الاسناد: قال الشیخ شعیب الأرنؤوط هذا حدیث حسن لغیره

2 المرتضی لابی الحسن الندوی، ص:144

رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ آپ کسی کو اپنا نائب بنادیں، خود نہ جائیں؛ کیوں کہ اگر آپ پر کوئی افتاد آگئی تو اسلام اور مسلمانوں کا شیرازہ بکھر کر رہ جائے گا اور اس کا تدارک نہیں ہوسکے گا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس رائے کی تعریف کی اور فرمایا: یہی رائے قابل عمل ہے:

فَأَعْجَبَ عُمَرَ قَوْلُ عَلِيٍّ وَسُرَّ بِهِ۔[1]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ جب مشورہ کرتے تو اس پر عمل سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ سے مشورہ لیتے۔[2]

حضرت شیر خدا کو نائب بنانا

جب فتح بیت المقدس کے موقع سے عیسائیوں نے مطالبہ کیا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود بیت المقدس آئیں اور اپنے ہاتھ سے صلح نامہ تحریر کریں، اس پس منظر میں حضرت ابو عبیدہ رضی اللہ عنہ نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے وہاں آنے کی درخواست کی، تو حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کا مشورہ تھا کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خود نہ جائیں؛ تاکہ رومیوں کی ناک نیچی ہو؛ لیکن حضرت علی رضی اللہ عنہ نے مشورہ دیا کہ یہ ایک تاریخی شرف کی بات ہے اور اس طرح مسلمانوں کو جنگ سے بچایا جاسکتا ہے؛ اس لیے امیرا لمؤمنین کو سفر کرنا چاہیے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ رضی اللہ عنہ کی رائے کو پسند فرمایا اور حضرت علی رضی اللہ عنہ کو مدینہ میں اپنا نائب بناکر تشریف لے گئے اور اس طرح بیت المقدس فتح ہوا۔[3]

سردارانِ جنت کو حلے دیے بغیر چین نہ آیا

ایک بار یمن سے کپڑے آئے، جن کو عرب "حلہ" کہتے تھے، آپ نے سبھوں کو تقسیم

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

1 البداية والنهاية، ج:7ص: 107

2 البداية والنهاية، ج:7ص: 107

3 فَكَتَبَ إِلَيْهِ أَبُو عُبَيْدَةَ بِذَلِكَ فَاسْتَشَارَ عُمَرُ النَّاسَ فِي ذَلِكَ فَأَشَارَ عُثْمَانُ بْنُ عَفَّانَ بِأَنْ لَا يَرْكَبَ إِلَيْهِمْ لِيَكُونَ أَحْقَرَ لَهُمْ وَأَرْغَمَ لِأُنُوفِهِمْ. وَأَشَارَ عَلِيُّ بْنُ أَبِي طَالِبٍ بِالْمَسِيرِ إِلَيْهِمْ لِيَكُونَ أَخَفَّ وَطْأَةً عَلَى الْمُسْلِمِينَ فِي حِصَارِهِمْ بَيْنَهُمْ، فَهَوِيَ مَا قَالَ عَلِيٌّ وَلَمْ يَهْوَ مَا قَالَ عُثْمَانُ. وَسَارَ بِالْجُيُوشِ نَحْوَهُمْ وَاسْتَخْلَفَ عَلَى الْمَدِينَةِ عَلِيَّ بْنَ أَبِي طَالِبٍ وَسَارَ الْعَبَّاسُ بْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِبِ عَلَى مُقَدِّمَتِهِ----البداية والنهاية، فَتْحُ بيت المقدس على يَدَيْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُ، ج:7ص: 55

کیا، لوگ نئے نئے لباس پہن کر مسجد نبوی میں آئے، وہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے ملتے اور ان کا شکریہ ادا کرتے، اتنے میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما مکان سے نکلے، ان کے جسم پر حلہ نہیں تھا، حضرت عمر رضی اللہ عنہ اداس بیٹھے ہوئے تھے، لوگ اس اداسی کا سبب پوچھنے لگے تو حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ان دونوں بچوں کو حلہ نہیں مل سکا؛ کیوں کہ یہ حلے ان کے قد سے بڑے تھے، پھر آپ نے یمن کے گورنر کو خط لکھا کہ حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما کے لیے جلد سے جلد دو حلے بھیجے جائیں، جب یہ حلے آئے اور آپ نے انہیں پہنایا، تب جاکر آپ کو اطمینان ہوا۔[1]

وظیفہ مقرر کرنا

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مالی فراوانی ہوئی تو آپ نے لوگوں کے لیے وظیفہ مقرر کرنا چاہا، اور ترتیب کیا ہو؟ اس کے لیے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ کیا، حضرت عبد الرحمن بن عوف رضی اللہ عنہ نے کہا کہ امیر المؤمنین آپ اپنے آپ سے شروع کیجیے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا: نہیں، میں اس شخص سے شروع کروں گا جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا قریبی رشتہ دار ہوگا، ان کے بعد بنو ہاشم کے دوسرے لوگوں کا حصہ مقرر کروں گا؛ چنانچہ سب سے پہلے حضرت عباس رضی اللہ عنہ کا اور ان کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ کا پانچ پانچ ہزار حصہ مقرر کیا، حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما حالاں کہ اس وقت بچے تھے؛ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت کی وجہ سے ان کے بھی پانچ پانچ ہزار درھم مقرر کیے جیسا کہ بدری صحابہ کا پانچ پانچ ہزار درھم مقرر کیا تھا۔

فَرَضَ لِلْحَسَنِ وَالْحُسَيْنِ خَمْسَةَ آلافٍ لِمَكَانِهِمَا مِنْ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ-[2]

ہیں حقیقت گر عمر تو استعارے ہیں حسین
مصطفی کی جاں عمر تو جاں سے پیارے ہیں حسین

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

1 مسند الفاروق أمير المؤمنين أبي حفص عُمر بن الخطاب رضي الله عنه، رقم الحديث: 656، تاريخ الإسلام ووفيات المشاهير والأعلام، ج:5، ص: 101، الرياض النضرة، ج1، ص 341

2 السنن الكبرى للبيهقي، برقم: 12997، كتاب الخراج لابي يوسف، ص: 55

جس کے منہ سے یہ نہ نکلے کہ ہمارے ہیں عمر
اس کو کیا حق ہے کہ پھر بولے ہمارے ہیں حسین

حضرت عثمان اور شیر خدا کی باہم محبتیں

حضرت عثمان رضی اللہ عنہ اور حضرت علی رضی اللہ عنہ دونوں کے درمیان دوسری خاندانی نسبتوں سے تو قرابت تھی ہی، ساتھ ہی ساتھ دونوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دامادی کا شرف بھی حاصل تھا، گویا ان حضرات کی حیثیت ایک گھر کے دو افراد کی سی تھی؛ اسی لیے دونوں میں بڑی محبت اور ایک دوسرے کا پاس و لحاظ تھا، جب فتنہ پرداز سبائیوں نے خلیفۂ مظلوم حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے گھر کا محاصرہ کر لیا تو مہاجرین وانصار کی بڑی جماعت ۔ جن کی تعداد سات سو کے قریب تھی ۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے تحفظ کے لیے ان کے گھر میں فروکش ہو گئی، ان میں حضرت حسن و حسین رضی اللہ عنہما بھی تھے، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے بہتر اصرار کے ساتھ اپنی مدد کو آئے ہوئے لوگوں سے کہا کہ وہ اپنے اپنے گھر چلے جائیں، یہاں تک کہ اپنے غلاموں سے فرمایا کہ جو اپنی تلوار نیام میں رکھ لے، وہ آزاد ہے، بالآخر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے بار بار کے اصرار پر یہ حضرات وہاں سے واپس ہوئے؛ لیکن سب سے آخر میں جس نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے گھر کو چھوڑا، وہ حضرت حسن بن علی رضی اللہ عنہما تھے۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے دوبار اجازت طلب کی کہ وہ ان کے دفاع کے لیے جنگ کریں؛ لیکن حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اللہ تعالیٰ کا واسطہ دے کر عرض کیا کہ جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اس پر حق ہے اور جس کو اقرار ہو کہ اس پر میرا کوئی حق ہے تو وہ میری خاطر پچھنہ لگانے کے بہ قدر بھی خون نہ بہائے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کے دو دو بار اجازت طلب کرنے کے باوجود حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اس کو قبول نہیں کیا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ نماز پڑھنے چلے گئے، باغیوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے گذارش کی کہ آپ نماز پڑھائیں، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

1 البدایہ والنہایۃ لابن کثیر، ج:7ص:118

میں تم لوگوں کو اس حال میں نماز نہیں پڑھا سکتا کہ امام المسلمین محصور ہوں؛ بلکہ میں تنہا نماز پڑھوں گا؛ چنانچہ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تنہا نماز ادا فرمائی اور گھر واپس ہوگئے۔[1]

جب محاصرہ سخت ہوگیا، حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے پاس پانی ختم ہوگیا اور آپ نے مسلمانوں سے کہا تو حضرت علی رضی اللہ عنہ باغیوں کے علی الرغم ایک مشکیزہ پانی لے کر بہ مشقت حضرت عثمان رضی اللہ عنہ تک پہنچے اور انہیں پانی مہیا کیا؛ حالاں کہ باغیوں نے انہیں سخت سست بھی کہا اور ان کی سواری کو بھگادیا۔[2]

حضرت امیر معاویہ اور اہلِ بیت کی باہمی محبتیں

حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کرتے تھے اسی طرح آپ کے اہلِ خاندان کی عزت و توقیر کرتے تھے، اہل بیت سے حضرت امیر معاویہ کو خصوصی تعلق تھا، اسی لیے عین جنگ کے موقع پر قیصر روم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے علاقے پر قبضہ کرنے کا خطرناک منصوبہ بنایا، اُس کا خیال تھا کہ مسلمان آپس میں دست بہ گریباں ہیں اور مجھے اس سے اچھا موقع پھر کبھی میسر نہیں آئے گا، اس نے سوچا کہ اس وقت حضرت علی رضی اللہ عنہ اندرونی طور پر سخت خلفشار میں ہیں ان کی حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ سے جنگ چل رہی ہے، میرے اس اقدام سے حضرت سیدنا امیر معاویہ رضی اللہ عنہ بھی خوش ہوں گے، جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کو قیصر روم کے خطرناک اور ناپاک عزائم کی اطلاع ملی تو بے حد فکر مند ہوئے، کیونکہ بیک وقت دو محاذوں پر جنگ لڑنا مشکل تھا، لیکن جب قیصرِ روم کے اس ناپاک ارادے کا علم حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو ہوا تو وہ اسی وقت رعب و جلال سے بھرا ہوا ایک خط قیصر روم کے نام تحریر فرمایا جس میں قیصر روم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا کہ: اے لعنتی انسان! مجھے اپنے اللہ کی قسم ہے اگر تو اپنے ارادے سے باز نہ آیا اور اپنے شہروں کی طرف واپس پلٹ نہ گیا تو کان کھول کر سن! پھر میں اور میرے چچازاد بھائی (حضرت علی)

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

1 المرتضی لابی الحسن الندوی، ص:134

2 البدایہ والنہایہ، ج:7ص:187

تیرے خلاف صلح کرلیں گے، پھر تجھے تیرے ملک سے نکال دیں گے اور زمین باوجود وسعت کے تجھ پر تنگ کردیں گے۔[1]

اس خط کو پڑھ کر قیصر روم کے اوسان خطا ہوگئے، قیصر روم پر ایسی دہشت اور ایسا رعب طاری ہوا کہ اس کے قدم جہاں تھے وہیں رک گئے۔ اگر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو حضرت علیؓ سے دلی بغض ہوتا اور ان کو اپنا دشمن سمجھتے تو قیصر روم کے حلیف بن کر حضرت علیؓ کے خلاف محاذ کھول دیتے؛ لیکن تاریخ شاہد ہے کہ حضرت امیر معاویہؓ ایسا نہ کیا؛ کیونکہ ان کے دل میں دامادِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت تھی، ان کو اپنا بھائی سمجھتے تھے، اسی لیے جب حضرت علی رضی اللہ عنہ کی شہادت ہوئی تو حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کو بہت افسوس ہوا اور بہت غمگین ہوئے، حضرت امیر معاویہؓ کو جب کبھی حضرت علی رضی اللہ عنہ کی یاد آتی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہوجاتے، حضرت ضرار بن ضمرہ کنانی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں حضرت معاویہؓ کی خدمت میں گیا تو حضرت معاویہ نے ان سے فرمایا کہ میرے سامنے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف بیان کیجیے، توحضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا اے امیر المومنین! آپ مجھے معذور سمجھیے!، اس پر حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے کہا کہ میں تمہارا کوئی عذر قبول نہیں کروں گا، حضرت علی رضی اللہ عنہ کے اوصاف جمیلہ ہم سے بیان کرنے ہی ہوں گے، حضرت ضرار رضی اللہ عنہ نے کہا کہ اگر ان کے اوصاف کو بیان کرنا ضروری ہی ہے تو سنئے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ اونچے مقصد والے، بڑی عزت والے اور بڑے طاقتور تھے، فیصلہ کن بات کہتے اور عدل و انصاف والا فیصلہ کرتے تھے، آپ کے ہر پہلو سے علم پھوٹتا تھا،(یعنی آپ کے اقوال و افعال اور حرکات و سکنات سے لوگوں کو علمی فائدہ ہوتا تھا) اور ہر طرف سے دانائی ظاہر ہوتی تھی، دنیا اور دنیا کی رونق سے ان کو وحشت تھی، رات اور رات کے اندھیرے سے ان کا دل بڑا مانوس تھا،(یعنی رات کی عبادت میں ان کا دل بہت لگتا تھا) اللہ کی قسم! وہ بہت زیادہ رونے والے اور بہت زیادہ فکرمند رہنے والے تھے، اپنی ہتھیلیوں کو الٹتے پلٹتے اور اپنے نفس کو خطاب فرماتے، سادہ اور

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

[1] البدایہ والنہایہ 8 ص:11

مختصر لباس اور سادہ کھانا پسند تھا، اللہ کی قسم! وہ ہمارے ساتھ ایک عام آدمی کی طرح رہتے؛ جب ہم ان کے پاس جاتے تو ہمیں اپنے قریب بیٹھا لیتے اور جب ہم ان سے کچھ پوچھتے تو ضرور جواب دیتے، اگرچہ وہ ہم سے بہت گھل مل کر رہتے تھے؛ لیکن اس کے باوجود ان کی ہیبت کی وجہ سے ہم ان سے بات نہیں کرتے تھے؛ جب آپ تبسم فرماتے تو آپ کے دانت پروئے ہوئے موتیوں کی طرح نظر آتے، دینداروں کی قدر کرتے، مسکینوں سے محبت رکھتے، کوئی طاقتور غلط دعوے میں کامیابی کی آپ سے توقع نہ رکھ سکتا، اور کوئی کمزور آپ کے انصاف سے ناامید نہ ہوتا، اور میں اللہ کو گواہ بنا کر کہتا ہوں کہ! میں نے ان کو ایک دفعہ ایسے وقت میں کھڑے ہوئے دیکھا کہ جب رات کی تاریکی چھاچکی تھی، اور ستارے ڈوب چکے تھے، اور آپ اپنی محراب میں اپنی داڑھی پکڑے ہوئے، جھکے ہوئے تھے، اور اس آدمی کی طرح تلملا رہے تھے جسے کسی بچھو نے کاٹ لیا ہو، اور غمگین آدمی کی طرح رو رہے تھے، اور ان کی صدا گویا اب بھی میرے کانوں میں گونج رہی ہے کہ بار بار ر" یاربنا یاربنا" فرما رہے تھے، اور اللہ کے سامنے گڑگڑاتے، پھر دنیا کو مخاطب ہو کر فرماتے کہ اے دنیا! تو مجھے دھوکا دینا چاہتی ہے، میری طرف جھانک رہی ہے، مجھ سے دور ہو جا، مجھ سے دور ہو جا، کسی اور کو جا کر دھوکا دے، میں نے تجھے تین طلاق دے دی ہے؛ کیوں کہ تیری عمر بہت تھوڑی ہے، اور تیری مجلس بہت گھٹیا ہے، تیری وجہ سے آدمی آسانی سے خطرے میں مبتلا ہو جاتا ہے، ہائے ہائے (میں کیا کروں) زادِ سفر تھوڑا ہے، اور سفر لمبا ہے، ہر راستہ وحشت ناک ہے، یہ سن کر حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے وہ اپنے آنسوؤں کو روک نہ سکے، اور اپنی آستین سے ان کو پوچھنے لگے، اور مجلس میں موجود لوگ ہچکیاں لے کر اتنا رونے لگے کہ گویا کہ گلے پھٹ گئے، اس پر حضرت معاویہ نے فرمایا: بے شک بے شک ابوالحسن (یعنی حضرت علی) ایسے ہی تھے اللہ ان پر رحمت نازل فرمائے۔[1]

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

[1] حیاۃ الصحابہ، ج:1ص:58

اہلِ بیت کی خدمت میں نذرانے

حضرت امیر مُعاویہ کی اہلِ بیت سے محبت کا یہ عالم تھا کہ آپ سالانہ وظائف کے علاوہ مختلف مواقع پر حضراتِ حَسَنَینِ کَرِیمَین کی خدمت میں بیش بہا ہدیے پیش کرتے اور یوں اظہارِ محبت کرتے۔[1]

جنگ صفین کے بعد حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: "لوگو! آپ لوگ معاویہ رضی اللہ عنہ کی گورنری کو ناپسند مت کریں۔ اگر آپ نے انہیں کھو دیا تو آپ دیکھو گے کہ سر اپنے شانوں سے اسطرح کٹ کٹ کر گریں گے جیسے حنظل کا پھل اپنے درخت سے ٹوٹ ٹوٹ کر گرتا ہے۔

حَدَّثَنَا حَدَّثَنَا أَبُو أُسَامَةَ ، عَنْ مُجَالِدٍ ، عَنِ الشَّعْبِيِّ ، عَنِ الْحَارِثِ ، قَالَ : لَمَّا رَجَعَ عَلِيٌّ مِنْ صِفِّينَ عَلِمَ أَنَّهُ لَا يَمْلِكُ أَبَدًا , فَتَكَلَّمَ بِأَشْيَاءَ كَانَ لَا يَتَكَلَّمُ بِهَا , وَحَدَّثَ بِأَحَادِيثَ كَانَ لَا يَتَحَدَّثُ بِهَا , فَقَالَ : فِيمَا يَقُولُ : " أَيُّهَا النَّاسُ , لَا تَكْرَهُوا إِمَارَةَ مُعَاوِيَةَ , وَاللَّهِ لَوْ قَدْ فَقَدْتُمُوهُ ! لَقَدْ رَأَيْتُمُ الرُّءُوسَ تَنْزُو مِنْ كَوَاهِلِهَا كَالْحَنْظَلِ ! ۔[2]

حضرت ابن مسعود کی اہلِ بیت سے محبت

حضرت سیّدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: آلِ رسول کی ایک دن کی محبت ایک سال کی عبادت سے بہتر ہے۔[3]

نیز آپ فرمایا کرتے تھے: اہلِ مدینہ میں فیصلوں اور وِراثت کا سب سے زیادہ علم رکھنے والی شخصیت حضرت علی کَرَّمَ اللہ وجھَہُ الکریم کی ہے۔(تاریخ الخلفاء، ص135)

------------------حواشی اور حوالہ جات------------------

1 سیر اعلام النبلاء، ج 4،ص309،طبقات ابن سعد، ج6،ص409، معجم الصحابہ، ج 4،ص370، کشف المحجوب،ص77

2 مصنف ابن أبي شيبة ، كِتَابُ الْجَمَلِ ، بَابُ مَا ذُكِرَ فِي صِفِّينَ ... برقم: 37151

3 الشرف المؤبد لآل محمد، ص:92

حضرت ابوہریرہ اور اہلِ بیت

حضرت سیّدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: میں جب بھی حضرت امام حسن رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کو دیکھتا ہوں تو فَرطِ مَحبّت میں میری آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے ہیں۔ [1]

پاؤں کی گرد صاف کردی

ابو مہزم رَحْمَۃُ اللّٰہِ عَلَیْہ بیان کرتے ہیں: ہم ایک جنازے میں تھے تو کیا دیکھا کہ حضرت سیّدُنا ابوہریرہ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اپنے کپڑوں سے حضرت حُسین رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ کے پاؤں سے مٹی صاف کر رہے تھے۔ [2]

برادرانِ اسلام! ہم نے آپ کے سامنے صحابہ اور اہلِ بیت کی باہمی محبت والفت کی چھوٹی سی جھلک پیش کی ہے ورنہ تاریخ اسلام کا ایک ایک ورق ان کے حق میں گواہی دیتا ہے کہ اللہ کے نبی صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے صحابہ کرام رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُم اور آپ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی آل و اولاد کے درمیان ہمیشہ اخوت، اعتماد، حسنِ سلوک اور عزت و تکریم کا برتاؤ رہا ہے اور انہوں نے پوری امت مسلمہ کو عملی طور پر اسی محبت اور اعتماد کا درس دیا ہے۔

ہمیں چاہیے کہ صحابہ اور اہلِ بیت کو اسی باہمی محبت کے پیرائے میں دیکھیں اور اس کے مطابق اپنی زندگی بنانے کی کوشش کریں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

-----------------حواشی اور حوالہ جات-----------------

1 مسند احمد، ج3، ص632

2 سیر اعلام النبلاء، ج4، ص407